سلسلۃ قصص الانبیاء

30

اشتیاق احمد

سلسلة قصص الانبياء

30

محمد رسول اللہ

اشتیاق احمد

www.urduguru1.blogspot.com
www.facebook.com/urduguru

سب سے پیارے
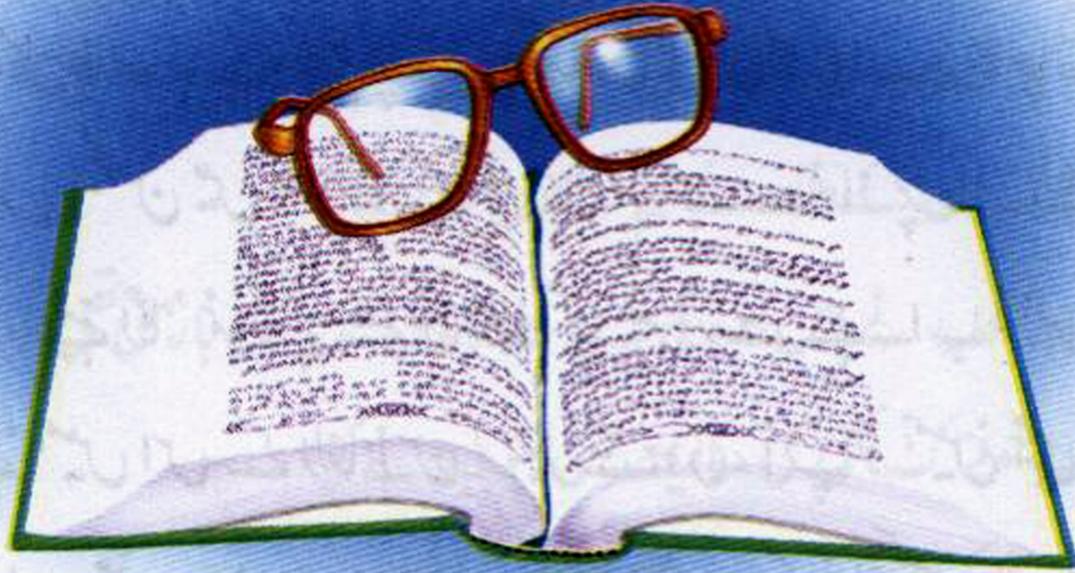
عامر اور ایوب اپنے والد کے کمرے میں داخل ہوئے۔ انھوں نے دیکھا، ان کے والد کے ہاتھ میں ایک موٹی سی کتاب تھی اور وہ اس میں گم تھے۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ ابا جان!'' عامر اور ایوب نے کہا۔

''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!'' انھوں نے کتاب سے نظریں ہٹا کر کہا، پھر بولے:

''آؤ بھئی......لیکن یہ کیا؟ تم دونوں تو کچھ زیادہ ہی پریشان لگ رہے ہو۔''

''آپ کا اندازہ درست ہے ابا جان، ہم کچھ پوچھنے کے لیے آئے ہیں، لیکن آپ تو کتاب پڑھ رہے ہیں، خیر ہم پھر کسی وقت آجائیں گے۔''

یہ کہہ کر وہ جانے کے لیے مڑے، اسی وقت انھوں نے اپنے والد کی آواز سنی:

''ایک منٹ بھئی!''

وہ دونوں ان کی طرف مڑے اور انھوں نے دیکھا کہ ان کے والد کتاب بند کر چکے تھے، ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی، انھوں نے پیار بھرے لہجے میں کہا:

''پہلے تو میں یہ جاننا چاہوں گا کہ تم پوچھنا کیا چاہتے ہو؟ اس کے بعد فیصلہ کروں گا کہ مجھے کتاب کا مطالعہ جاری رکھنا چاہیے یا تمہاری باتوں کا جواب دینا چاہیے۔''

''ہم شدید الجھن میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ہم مسجد سے نماز پڑھ کر نکلے تو ہمارا ایک کلاس فیلو مل گیا، کہنے لگا: 'نماز پڑھنے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔ اب تو ہر بات کھل کر سامنے آ گئی ہے' ہمیں اس کے الفاظ سن کر حیرت ہوئی، آپ تو ہمیں یہی بتاتے رہے ہیں نا کہ تمام عبادات میں سب سے پہلا نمبر نماز کا ہے اور یہ کہ نماز کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑی جا سکتی۔'' یہاں تک کہہ کر عامر خاموش ہو گیا۔

''ہاں بیٹا! سو فیصد یہی بات ہے، تمہارے جس دوست نے یہ کہا ہے کہ نماز پڑھنے کی کیا ضرورت ہے، وہ تمہارا دوست نہیں میرے بچو، بدترین دشمن ہے، تاہم میں جاننا چاہوں گا کہ اس نے یہ بات کیوں کہی۔''

''اس کا کہنا ہے: جب تمام مذاہب برابر ہیں، حق ہیں، تب پھر نماز پڑھنا لازمی کیسے ہو گیا۔ عیسائی تو نماز نہیں پڑھتے، بتوں کی پوجا کرنے والے ہندو بھی نماز نہیں

پڑھتے تو مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی ایسی کیا ضرورت ہے؟''

''لیکن اس نے یہ بات کیسے کہہ دی کہ تمام مذاہب برابر ہیں، یعنی سب مذاہب ایک جیسے ہیں؟'' ان کے والد نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔

شاید انھوں نے اس قدر عجیب بات زندگی میں پہلی بار سنی تھی اور دیکھا جائے تو یہ بات حد درجے خوفناک بھی تھی۔ ایسے میں ایوب نے کہا:

''اس کا کہنا ہے، یہ بات تو انڈیا کے ڈراموں اور قریب قریب ہر دوسری، تیسری فلم میں دکھائی جاتی ہے مثلاً فلم کا ہیرو کسی مشکل میں مبتلا ہو جاتا ہے، وہ ہے بھی مسلمان پہلے وہ مسجد میں جا کر دعا کرتا ہے، پھر مسجد سے نکل کر مندر میں چلا جاتا ہے، وہاں بھی دعا کرتا ہے۔ اس کے بعد گرجے کا رخ کرتا ہے، گرجے میں بھی دعا کرتا ہے، پھر کہتا ہے کہ یہ سب مذاہب ایک جیسے ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں۔''

''اُف مالک! میں نے اس قدر خوفناک بات زندگی میں آج پہلی بار سنی ہے۔ آؤ! بیٹھ جاؤ، اب میں اس کتاب کا مطالعہ نہیں کر سکتا، تمہارے ذہن کو صاف کرنا سو کتابوں کے پڑھنے سے زیادہ اہم ہے، بلکہ میں تو کہتا ہوں، اپنے کچھ دوستوں اور بھائی بہنوں کو بھی بلا لو۔ عورتیں بھی اگر سننا چاہیں تو اُنھیں ساتھ والے کمرے میں بٹھا دو درمیان میں پردہ لٹکا دو، اس طرح وہ پردے میں رہ کر ساری بات سن سکیں گی۔''

''جی اچھا! ہم ایسا ہی کیے دیتے ہیں۔''

اُن کے والد کا نام شیخ ابرار احمد تھا۔ دینی کتب کا مطالعہ ان کا شوق تھا، اس طرح وہ دوسروں کو بھی دین کی باتیں بتاتے رہتے تھے۔ ان کی ہدایت کے مطابق عشاء کے بعد

سب سے پیارے

عامر اور ایوب کے دوست بھی پہنچ گئے۔ ان کے باقی بھائی بہن بھی موجود تھے۔ لڑکیاں اور عورتیں ساتھ والے کمرے میں بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد شیخ صاحب نے پہلے تو سب کو جمع کرنے کی وجہ بتائی۔ عامر اور ایوب کے بے سمجھ دوست نے جو کچھ کہا تھا، وہ سب بتایا۔ پھر اپنی بات شروع کی:

''آج کی باتیں بہت اہم ہیں۔ آپ غور سے سنیں، درمیان میں کوئی سوال ذہن میں اُبھرے تو پوچھ سکتے ہیں۔

دنیا میں جتنے رسول اور نبی آئے، سب نے ایک ہی تعلیم دی کہ اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ انبیاء کی موجودگی تک تو ایمان لانے والے لوگ اس عقیدے پر قائم رہے، لیکن ان کی وفات کے بعد ان کی قومیں شیطان کے بہکاوے میں آ کر شرک میں مبتلا ہوتی چلی گئیں، یہاں تک کہ کائنات کے سب سے پیارے نبی محمد ﷺ کی پیدائش سے پہلے خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت موجود تھے۔ وہ لوگ ان بتوں کو پوجتے تھے۔ انھیں معبود سمجھتے تھے۔ اللہ کو بھی معبود مانتے تھے، اور ان بتوں کو بھی معبود مانتے تھے، حالانکہ وہ اپنے آپ کو دینِ ابراہیمی پر سمجھتے تھے۔

نبیٔ کریم ﷺ سے پہلے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تھے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھا لیے جانے کے بعد عیسائیوں نے انھیں معبود بنا لیا، انھیں اللہ کا بیٹا کہنے لگے، یہ ان کا شرک تھا۔ ان سے بھی پہلے بنی اسرائیل میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام آئے تھے۔ ان کی وفات کے بعد بنی اسرائیل بھی شرک میں مبتلا ہو گئے۔ انھیں یہودی کہا جاتا ہے، کچھ لوگ بتوں کی بجائے آگ کی پوجا کرنے لگے۔ اس طرح دنیا میں ہر طرف شرک پھیل گیا، شرک

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون

کا اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا۔ یہ تمام انبیاء قوم، ملک، قبیلے یا علاقے کی طرف بھیجے گئے تھے۔

ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کے ہادی و رہنما اپنے آخری رسول محمد ﷺ کو پیدا فرمایا تاکہ شرک کے اندھیرے چھٹ جائیں۔''

''شیخ ابرار احمد بچوں کو آخری نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے متعلق تفصیل سے بتادیں ، کیوں کہ آپ ﷺ کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔'' ایوب صاحب کی بیگم نے دوسرے کمرے سے مشورہ دیا۔

''بالکل! بالکل!'' سب بچوں نے پُر زور حمایت کرتے ہوئے کہا۔

''اچھا! تو پھر سنو: پیارے نبی محمد ﷺ 22 اپریل 571 عیسوی، پیر کے روز مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ سورج نکلنے سے تھوڑی دیر پہلے دنیا میں تشریف لائے، اسلامی تاریخ کے لحاظ سے آپ 9 ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ کتابوں میں پیدائش کی تاریخیں اور بھی لکھی گئی ہیں۔

محمد ﷺ بنو ہاشم کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ مکہ میں یہ سب سے زیادہ باعزت

گھرانا تھا۔ آپ کے والد کا نام عبداللہ اور دادا کا نام عبدالمطلب تھا۔ آپ کی پیدائش پر خاندان بھر میں خوشیاں منائی گئیں۔ آپ کے دادا عبدالمطلب آپ کو گود میں لیے خانہ کعبہ میں آئے اور آپ کے لیے دعا کی۔ دادا نے آپ کا نام محمد رکھا، جب کہ والدہ نے احمد نام رکھا۔ دادا عبدالمطلب نے آپ کی پیدائش کے ساتویں دن پورے قبیلے کی دعوت کی، یہاں یہ خاص بات بھی سن لیں کہ آپ سے پہلے یہ نام کسی اور کے نہیں رکھے گئے تھے۔ نہ محمد کسی کا نام تھا نہ احمد۔''

''بھئی واہ! یہ تو واقعی دلچسپ بات ہے۔'' عامر نے خوش ہو کر کہا، باقی بچوں نے بھی سر ہلا دیے، تب شیخ ابرار احمد نے بات آگے بڑھائی:

''آپ کے والد عبداللہ، آپ کی پیدائش سے قریباً چھ ماہ پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے جا ملتا ہے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ گویا آپ ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ آپ کا خاندان نیکی، شرافت، عزت، مہمان نوازی سخاوت اور اثر و رسوخ کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔

پیدائش کے بعد تین چار روز تک تو آپ کی والدہ نے آپ کو دودھ پلایا، پھر آپ کے چچا ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ اس کے بعد دودھ پلانے کی ذمے داری حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو سونپ دی گئی۔ وہ دیہات میں رہتی تھیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے آٹھویں دن مکہ مکرمہ آئیں اور آپ کو اپنے ساتھ لے گئیں۔ مکے کی عورتیں اسی طرح اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے دیہات کی عورتوں کو سونپ دیتی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر کیا پہنچے کہ وہاں ہر طرف، ہر چیز میں

برکت نظر آنے لگی، جو جانور پہلے بہت مشکل سے اور بہت کم دودھ دیتے تھے، ان کے تھن دودھ سے بھر گئے، آپ وہاں دو سال رہے، دو سال بعد سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ کو واپس لائیں، لیکن ابھی وہ آپ کو واپس کرنا نہیں چاہتی تھیں، چنانچہ کچھ اور وقت رکھنے کی اجازت مانگی۔ آپ کی والدہ نے اجازت دے دی۔ اس طرح آپ پھر سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

کے ہاں پہنچ گئے۔ آخر یہ مدت بھی ختم ہوئی اور آپ کو آپ کی والدہ کے حوالے کر دیا گیا، جلد ہی آپ کی والدہ بھی انتقال کر گئیں۔''

''اوہ!'' بچوں کے منہ سے افسوس زدہ لہجے میں نکلا۔

''ہاں، اس کو اللہ کی مرضی کہتے ہیں، خیر آگے سنیں، والدہ کی وفات کے بعد آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی۔ وہ اپنی اولاد سے بڑھ کر آپ سے محبت کرتے تھے۔ ان کی نظر میں آپ کی بہت قدر تھی، عزت تھی۔ آپ کو پیاری پیاری باتیں کرتے اور چلتے پھرتے دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔ عبدالمطلب کے لیے خانہ کعبہ میں ایک خاص فرش بچھایا جاتا تھا۔ اس پر کسی کو بیٹھنے کی اجازت نہیں تھی، لیکن عبدالمطلب

آپ ﷺ کو اس پر اپنے ساتھ بٹھاتے، وہ کہا کرتے تھے: 'یہ بچہ نرالی شان والا ہے۔''

''اور ابا جان! میں نے تو سنا ہے۔ محمد کا مطلب بھی یہی ہے، جس کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی ہو۔'' عامر نے جلدی سے کہا۔

''بالکل!'' ابرار صاحب بولے۔''پھر آپ کے دادا عبدالمطلب بھی وفات پا گئے اب آپ کی پرورش کا ذمہ آپ کے چچا ابو طالب نے لے لیا۔ وہ غریب آدمی تھے لیکن اُنھیں بھی آپ سے بہت محبت تھی۔ ہر طرح آپ کا خیال رکھتے تھے۔ اللہ کی قدرت جونہی نبیِ کریم ﷺ ان کے گھر میں آئے، اس گھر میں بھی برکت ہی برکت نظر آنے لگی۔''

''بھئی واہ!'' کئی بچے یک آواز ہو کر بول اُٹھے۔

''اب آپ ایک حیرت انگیز واقعہ سنیے۔ ابو طالب تجارت کے لیے شام جاتے تھے۔ اس مرتبہ انھوں نے اپنے بھتیجے یعنی محمد ﷺ کو بھی ساتھ لے لیا۔ اس وقت آپ کی عمر بارہ سال تھی۔ تجارتی قافلہ بُصریٰ پہنچا۔ وہاں ایک عیسائی راہب تھا۔ اس کا نام بُحَیْرَا تھا۔ اس کی نظر آپ پر پڑی تو چونک اُٹھا، اس نے فوراً آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔''

''اوہ............اوہ۔'' تمام بچے یہ سن کر گھبرا گئے۔

''بھئی گھبرانا نہیں......'' ابرار احمد صاحب مسکرائے، پھر کہنے لگے:

ہاتھ پکڑنے کے بعد بُحَیْرَا نے کہا: 'یہ دنیا کے سردار ہیں، پروردگارِ عالم کے رسول ہیں، اللہ انھیں عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گا۔'

پھر اس نے آپ کی وجہ سے قافلے والوں کی دعوت کی، دعوت کے بعد ابو طالب سے کہا: اس بچے کو آگے نہ لے جائیں، یہیں سے واپس بھیج دیں، شام کے یہودی اگر ان

کی نشانیوں کو دیکھ لیں گے تو ڈر ہے کہ انھیں جان سے نہ مار ڈالیں۔

ابو طالب نے عیسائی راہب کی بات مان لی اور آپ ﷺ کو واپس مکہ معظمہ بھیج دیا۔"

"یا اللہ تیرا شکر ہے، میں تو ڈر ہی گئی تھی۔" ایک بچی کی آواز اُبھری۔

"بھئی ابھی تو یہ کہانی شروع ہوئی ہے، آگے سنیے، جب محمد ﷺ کی عمر 15 سال ہوئی تو مکہ میں ایک لڑائی پیش آ گئی۔ یہ لڑائی ذوالقعدہ کے مہینے میں ہوئی۔ اس لڑائی میں ایک طرف تو قریش اور ان کے مددگار لوگ تھے، دوسری طرف قبیلہ قیس کے لوگ تھے۔ بہت گھمسان کی لڑائی ہوئی۔"

"آپ نے یہ نہیں بتایا ابا جان، یہ لڑائی ہوئی کیوں؟"

"بھئی یہی تو اصل بات ہے، وہاں تو بات بات پر لڑائی چھڑ جاتی تھی، بلکہ یوں کہہ لیں، بغیر بات کے لڑائی شروع ہو جاتی تھی اور پھر ان لڑائیوں کا سلسلہ ختم ہونے کا نام نہ لیتا تھا، ہاں تو میں اس لڑائی کا ذکر کر رہا تھا۔ اس لڑائی کا نام جنگِ فُجَار ہے۔ اس جنگ میں قریش کے ساتھ آپ کے سب چچا بھی شریک ہوئے۔ آپ نے اس لڑائی میں اس حد تک حصہ لیا کہ اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتے رہے۔ لڑائی میں دونوں طرف سے بہت سے لوگ مارے گئے۔ آخر صلح ہو گئی۔ اس
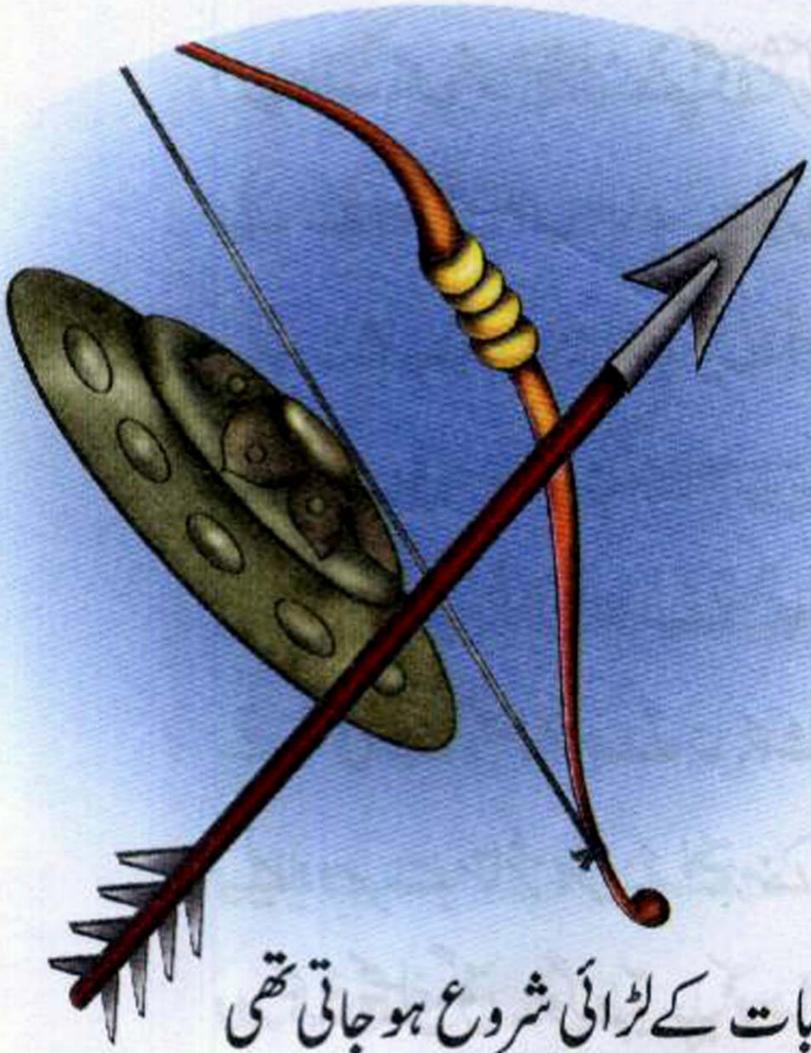
جنگ کے بعد پانچ قبیلوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا۔ اس معاہدے کا نام 'حِلْفُ الْفُضُول' ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے، معاہدہ فضول تھا۔" ایوب بول اُٹھا۔

ابرار احمد صاحب ہنس پڑے۔ پھر انھوں نے کہا:

"نہیں بیٹے! بلکہ یہ معاہدہ تو بہت کامیاب رہا، اس معاہدے میں ان قبائل نے یہ عہد و پیمان کیا تھا کہ مکہ میں جو بھی مظلوم نظر آئے گا، خواہ مکے کا رہنے والا ہو یا کہیں اور کا، یہ سب اس کی مدد و حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوں گے اور اس کا حق دلوا کر رہیں گے۔ اس حلف میں محمد ﷺ نے بھی شرکت کی۔ یہ معاہدہ امن کے لیے تھا، اس لیے آپ نبوت ملنے کے بعد بھی اس معاہدے میں شرکت پر فخر کیا کرتے تھے۔

اب آگے بڑھتے ہیں، آپ نے بچپن میں بکریاں چرائیں۔ یہ بھی سن لیں بکریاں چرانا نبیوں کی سنت ہے، مطلب یہ کہ دوسرے انبیائے کرام نے بھی بکریاں چرائیں۔

آپ جوان ہوئے تو تجارت شروع کی، لیکن آپ دوسروں سے بہت مختلف تاجر تھے۔ کسی سے جھگڑا کرتے نہ بحث۔ تمام معاملات نہایت ایمان داری سے طے کرتے، اس لیے دوسرے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے، چنانچہ آپ کی سچائی، دیانت اور امانت کی خبر دور دور تک پھیل گئی۔ لوگ آپ کو صادق اور امین کہنے لگے۔ آپ کی یہ شہرت قریش کی ایک

دولت منداور باعزت خاتون سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی۔ انھوں نے آپ کے ذریعے تجارت کرنے کا فیصلہ کیااور اپنا مالِ تجارت دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شام بھیجا۔''

''بہت خوب! ایک زمانہ وہ تھا جب شام کے سفر سے آپ کو واپس بھیج دیا گیا تھا اوراب آپ خود سامانِ تجارت لے کر شام جارہے تھے۔'' عامر بول اُٹھا۔

''ہاں بالکل! اب اس ملک میں آپ تاجر کی حیثیت سے تشریف لائے تھے۔ خوب نفع ہوا۔ واپس پہنچے تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حیران رہ گئیں۔ اس سے پہلے انھیں کبھی اتنا نفع نہیں ہوا تھا۔ وہ آپ سے اور زیادہ خوش ہوئیں یہاں تک کہ آپ کو شادی کا پیغام بھیج دیا۔

دونوں خاندانوں کے بڑے جمع ہوئے اور یہ نکاح ہوگیا۔ اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر 25 سال جبکہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا چالیس سال کی تھیں۔ جب آپ کی عمر مبارک 35 سال ہوئی تو مکہ میں زوردار سیلاب آیا۔ اس سے کعبے کی دیواریں پھٹ گئیں۔ قریش نے اس کو نئے سرے سے تعمیر کیا۔ پھر جب خانہ کعبہ میں حجرِ اَسود رکھنے کی باری آئی، اس پر قریش کے سب قبیلوں میں جھگڑا شروع ہوگیا۔ ہر کوئی چاہتا تھا، حجرِ اَسود وہ اُٹھا کر اس کی جگہ پر رکھے۔ آپ کو معلوم ہی ہوگا یہ جنت کا پتھر ہے، طواف کے وقت اس کو چوما جاتا ہے یا اس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ ہاں تو ان میں جھگڑا شروع ہوگیا، یہاں تک کہ خون خرابے تک نوبت پہنچ گئی۔ ایک بوڑھے قریشی نے لڑائی سے بچنے کی ترکیب یہ بتائی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہو، اس سے فیصلہ کرالیا جائے۔ اب جو انھوں نے دیکھا تو صبح سب سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے۔''

''واہ! مزہ آگیا۔'' سب بچے بول اُٹھے۔

''جی ہاں! ان لوگوں نے اپنا مسئلہ آپ کے سامنے رکھا۔ آپ نے سن کر ایک چادر منگوائی، اس چادر کے درمیان میں حجرِ اسود کو رکھا اور ان سے کہا: 'اب ہر قبیلے کا سردار چادر کو پکڑے۔' ایسا ہی کیا گیا، جب چادر میں رکھا ہوا حجرِ اَسود اس جگہ کے قریب پہنچ گیا جہاں اسے لگانا تھا تو آپ نے خود اس کو اُٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔''

''سبحان اللہ! کیا فیصلہ کیا آپ نے، خون خرابا ٹل گیا۔'' ایوب نے پُر جوش انداز میں کہا۔

''ہاں بالکل! آپ کو اللہ تعالیٰ نے عقل ہی ایسی عطا فرمائی تھی، گویا علم کا خزانہ عطا فرمایا تھا۔ اسی لیے آپ عربوں کی جہالت بھری زندگی کو دیکھ دیکھ کر کڑھتے رہتے تھے اور بے چین ہو جاتے تھے۔ وہ لوگ ایک اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ اصل دین سے ہٹ گئے تھے، وہ دین جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے ان تک پہنچا تھا، اس کو بُھلا بیٹھے تھے اور اب بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ یہ ان کا شرک تھا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے شرک کو سب سے بڑا ظلم قرار دیا ہے اور اعلان فرمایا ہے کہ میں شرک کو معاف نہیں کروں گا۔ کعبے میں 360 بت رکھے ہوئے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انھیں بتوں کی پوجا کرتے دیکھتے تو غمگین ہو جاتے، اسی وجہ سے آپ ان سے دور رہتے۔ تنہائی میں آپ کو سکون محسوس ہوتا چنانچہ آپ مکہ سے باہر ایک غار میں چلے جاتے۔ اس کا نام غارِ حرا ہے۔ آپ کئی کئی دن اس غار میں گزارتے، اللہ کی نشانیوں میں غور و فکر کرتے اور اس کی یاد میں گم ہو جاتے۔ اسی غار میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی۔''

''لیکن کیسے؟'' کئی بچے بول اُٹھے۔

''بتا رہا ہوں بھئی، معلوم ہوتا ہے تم لوگ بہت زیادہ دلچسپی محسوس کر رہے ہو۔''

''جی بالکل! یہ بھی بھلا پوچھنے کی بات ہے۔'' کئی بچے ایک ساتھ بولے۔

''ہاں تو اس کی تفصیل یہ ہے، رمضان کا مہینا تھا اور پیر کا دن۔ آپ غارِ حرا میں اللہ کی یاد میں مصروف تھے کہ اللہ کا فرشتہ جبریل آیا۔ اس نے آپ سے کہا:

'پڑھیے!..................'

آپ نے فرمایا:

'میں پڑھنا نہیں جانتا۔'

اس نے پھر یہی کہا۔ آپ نے بھی دوبارہ وہی جواب دیا، تین بار ایسا ہوا، پھر فرشتے نے آپ کو پکڑ کر زور سے بھینچا اور کہا:

'پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ بات سکھائی جسے وہ نہیں جانتا تھا۔'
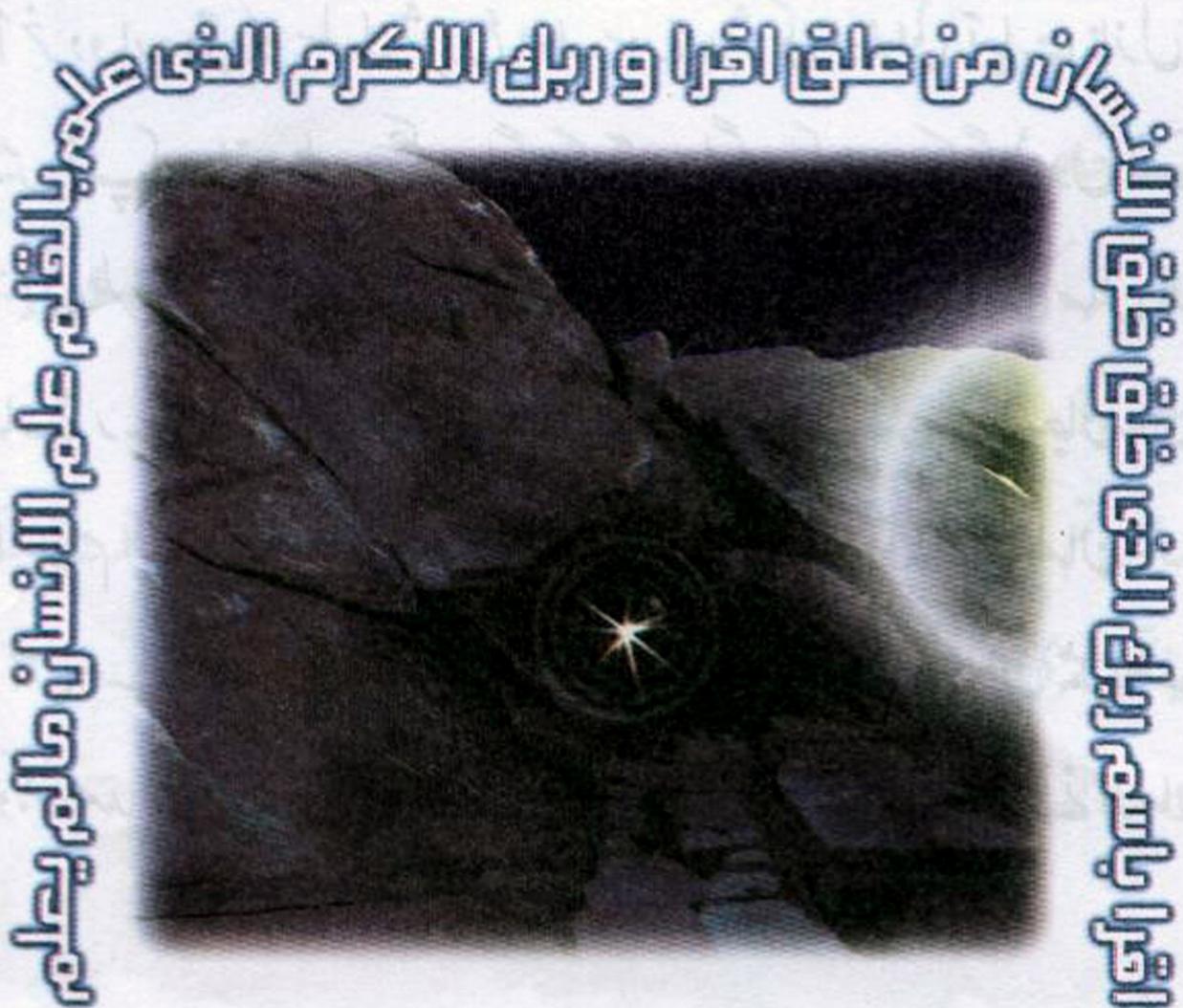
اب آپ کے لیے پڑھنا آسان ہو گیا۔ آپ نے یہ آیات پڑھیں، پھر گھر تشریف لائے، آپ پر اس وقت گھبراہٹ طاری تھی اور آپ سردی محسوس کر رہے تھے۔ آپ نے گھر میں داخل ہوتے ہی فرمایا: 'مجھے چادر اوڑھا دو۔'

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو چادر اوڑھا دی۔ اس سے آپ نے سکون محسوس کیا پھر آپ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا واقعہ سنایا۔ واقعہ سن کر وہ بولیں:

'اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بے سہاروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، تنگ دست لوگوں کی مدد کرتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور مشکل وقت میں حق کا ساتھ دیتے ہیں۔'

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے یہ جملے بتاتے ہیں کہ وہ بہت سمجھ دار خاتون تھیں۔ اس واقعے کے چھ ماہ بعد تک وحی نہ آئی، اللہ کی یہی مرضی اور حکمت تھی۔ آپ کے دل میں وحی کا شوق پیدا ہو چکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کی طلب محسوس کرنے لگے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ دوبارہ وحی آئے، آخر دوبارہ وحی کا سلسلہ شروع ہوا۔ سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں، ان آیات میں آپ کو صاف طور پر حکم دیا گیا کہ آپ لوگوں کو ان کے گناہوں سے ڈرائیں۔

اس طرح اسلام کی تبلیغ شروع ہوئی۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تین سال تک چپکے چپکے تبلیغ فرماتے رہے۔ نماز گھروں میں یا پہاڑوں کی گھاٹیوں میں پڑھی جاتی رہی، اس طرح اسلام کا پیغام ایک سے دوسرے کو پہنچتا رہا۔ لوگ آہستہ آہستہ مسلمان ہوتے رہے۔ عورتوں میں سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہوئیں۔ مردوں میں سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے، لڑکوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا

سیدنا
ابوبکر
رضی اللہ عنہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سیدہ
خدیجہ
رضی اللہ عنہا

سیدنا
زید بن حارثہ
رضی اللہ عنہ

سیدنا
علی
رضی اللہ عنہ

غلاموں میں سب سے پہلے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ اس طرح نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت سے قریباً چالیس افراد اسلام لے آئے، گویا اسلام کی بنیاد شروع ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عام تبلیغ کا حکم فرمایا، بس اس کے بعد تو پھر آپ تمام عمر دین کی تبلیغ ہی کرتے رہے۔ آپ نے اپنا آرام، سکون اور چین سب کچھ چھوڑ دیا۔

جب آپ کو عام دعوت دینے کا حکم ملا تو آپ صفا پہاڑ پر چڑھ گئے، آپ بلند آواز سے بولے:

'یَا صَبَاحَاہ۔'

یہ لفظ سب کو جمع کرنے کے لیے بولا جاتا تھا۔ آپ کی آواز سنتے ہی قریش دوڑ کر آپ کی طرف آئے، آپ نے ان سے فرمایا:

'اگر میں تم سے کہوں، اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے کے لیے آرہا ہے تو کیا تم میری بات کو سچ مان لو گے؟'

ان سب نے کہا:

'ہاں! کیوں نہیں! ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا پایا ہے۔'

ان کا جواب سن کر آپ نے فرمایا:

'تب پھر سنو! میں تمھیں ایک سخت عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔'

آپ کا چچا ابولہب بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ آپ کی بات سن کر غضب ناک ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی سب لوگ ناراض ہو کر چلے گئے۔ بس اس کے بعد تو پھر آپ پر ظلم وستم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔'' یہاں تک کہہ کر ابرار احمد ایک سرد آہ بھر کر خاموش ہو گئے۔

''یہ کیا بات ہوئی، ان لوگوں نے ظلم کیوں شروع کر دیا بھلا؟'' عامر نے حیران ہو کر کہا۔

''عرب کے سردار یہ بات برداشت نہ کر سکے کہ ان کے طور طریقوں کو برُا کہا جائے۔ ان کے بتوں کی تردید کی جائے۔ آپ کے ساتھ جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا، ان پر بھی ظلم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ انھیں مارا گیا، پیٹا گیا، بیڑیاں پہنائی گئیں، گرم
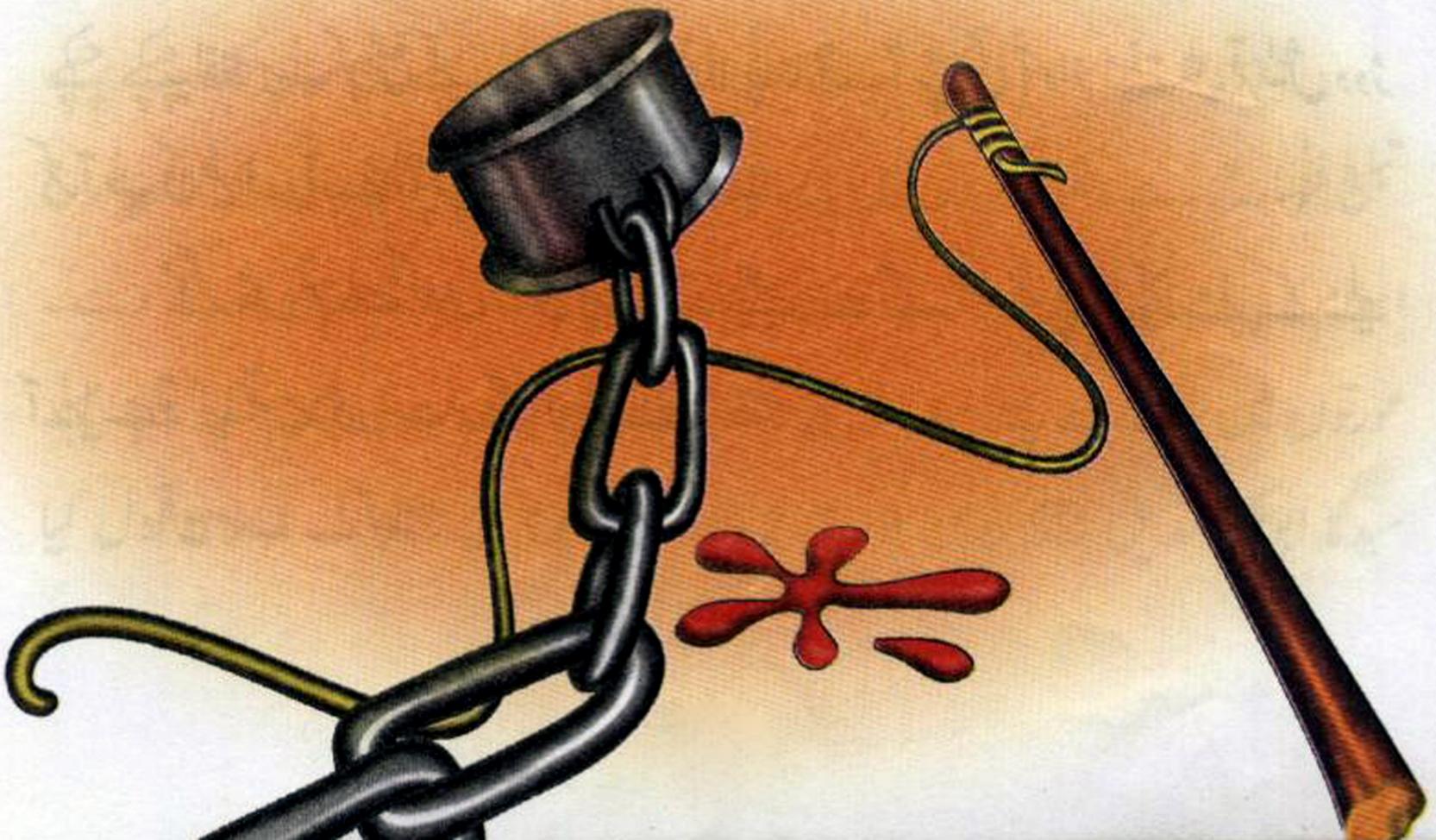
ریت پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھے گئے، زنجیروں سے باندھ باندھ کر گرم تپتی زمین پر گھسیٹا گیا، قید میں رکھا گیا، کوڑے برسائے گئے اور پتھر مار کر لہولہان کیا گیا۔ تمام مشرکین میں سب سے زیادہ ظلم ڈھانے والے ابوجہل اور ابولہب تھے، جبکہ آپ کے چچا سیدنا حمزہ، سیدنا عباس اور ابو طالب تو آپ پر جان چھڑکتے تھے۔ ان میں سے سیدنا حمزہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ قریش کے لوگوں نے مخالفت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی، ظلم کرنے کا کوئی طریقہ ایسا نہ تھا جو انھوں نے اختیار نہ کیا ہو، یہ لوگ پہلے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جن خوبیوں کو مانتے تھے، ان سب کو بھی انھوں نے بھلا دیا، اسی کشمکش میں حج کے دن آ گئے۔

قریش کے لوگ پریشان ہو گئے، گھبرا گئے کہ اب چاروں طرف سے لوگ حج کرنے کے لیے آئیں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے، ایسا نہ ہو کہ کچھ لوگ ان کی باتوں کا اثر قبول کر لیں اور مسلمان ہو جائیں، چنانچہ وہ طرح طرح کی تدابیر سوچنے لگے۔ حج کے لیے لوگ جن راستوں سے آتے تھے، وہ ان راستوں پر بیٹھ گئے اور آنے والے لوگوں کو آپ کے خلاف باتیں سنانے لگے۔ انھوں نے یہاں تک کہا کہ اس جادوگر کی باتوں میں نہ آنا۔''

''اُف توبہ! کس قدر ظالم لوگ تھے۔'' عامر کی آواز اُبھری۔

''ہاں بیٹا! لیکن یہ بھی تو سنو کہ ہوا کیا، آپ بھی حاجیوں کے پاس جاتے رہے ان سے کہتے رہے لوگو 'لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' کہو، کامیاب ہو جاؤ گے۔ مطلب یہ کہ قریش مخالفت کرتے رہے، آپ اپنا کام کرتے رہے۔ ان کا ظلم حد سے بڑھا تو نبوت کے پانچویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صحابہ کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔

آپ کی تبلیغ سے روز بروز مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اس صورتِ حال سے قریش اور غضب ناک ہوئے۔ انھوں نے ابو طالب سے کہا: ''ابو طالب! آپ اپنے بھتیجے کو سمجھائیں، وہ یہ کام نہ کرے۔''

ابوطالب نے ان کو نرمی کے ساتھ ٹال دیا لیکن رسول اللہ ﷺ سے فرمایا: ''تمھیں جس بات کا حکم ہوا ہے اسے انجام دو۔ میں تمھاری مسلسل حفاظت اور مدد کرتا رہوں گا، البتہ میری طبیعت عبدالمطلب کا دین چھوڑنے پر راضی نہیں۔''

پھر نبوت کے چھٹے سال سیدنا حمزہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما مسلمان ہو گئے۔ ان کا شمار قریش کی اہم شخصیات میں ہوتا تھا۔ ان کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کی طاقت میں بہت اضافہ ہو گیا۔''

''سبحان اللہ!'' سب بچے بول اُٹھے۔

''اب قریش اس قدر تنگ آئے کہ نبیٔ کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں سے تمام تعلقات ختم کر دیے۔ یعنی لین دین، خرید و فروخت ہر چیز ختم کر دی اور آپ کو ایک گھاٹی کے اندر رہنے پر مجبور کر دیا۔ اس گھاٹی کا نام شعبِ ابی طالب تھا۔ اس گھاٹی میں مسلمانوں نے تین سال گزارے۔ یہ تین سال بہت دکھ بھرے تھے۔ کھانے پینے تک کو کچھ نہیں ہوتا تھا۔ مسلمانوں کے بچے بھوک اور پیاس سے بلبلاتے رہتے تھے، آخر کار قریش اس معاملے میں بھی ہار گئے۔ مسلمانوں کا صبر جیت گیا، وہ پھر سے مکہ آ کر رہنے لگے لیکن گھاٹی کی مصیبتوں سے یہ لوگ حد درجے کمزور ہو گئے تھے، گھاٹی سے نکلنے کے کچھ ہی عرصہ بعد اُم المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب انتقال کر گئے۔ آپ نے اس سال کو

غم کا سال قرار دیا۔ عربی میں اس کو "عَامُ الحُزْن"
کہتے ہیں۔ اس وقت تک آپ کی عمر پچاس سال
ہو چکی تھی اور یہ نبوت کا دسواں سال تھا۔ آپ برابر
تبلیغ کرتے رہے۔ مکہ سے 60 میل دور ایک پہاڑی
علاقہ تھا، اس کا نام طائف تھا۔ آپ تبلیغ کے لیے
وہاں بھی تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ
سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ یہاں کے لوگوں نے
قریش سے بھی زیادہ بُرا سلوک کیا۔ آپ نے پھر
بھی ان کے حق میں دعا کی اور واپس آ گئے۔
وہاں کے ایک شخص نے بھی کلمہ نہیں پڑھا تھا۔"

"ہائے افسوس۔" ایک بچی نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ پھر مکہ آ گئے۔ نبوت کے گیارہویں سال آپ کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی، وہ کامیابی یہ تھی کہ حج کے دنوں میں مدینہ سے کچھ لوگ مکہ آئے۔ مدینہ کو ان دنوں یثرب کہا جاتا تھا۔ آپ نے انھیں اسلام کی دعوت دی۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ اس طرح مدینہ میں اسلام کا آغاز ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی سال اللہ تعالیٰ نے آپ کو معراج کرائی۔ جنت دوزخ اور آسمانوں کی سیر کرائی۔ آپ کا یہ سفر مکہ سے شروع ہوا، پہلے آپ کو بیت المقدس لایا گیا، وہاں سے آسمانوں پر لے جایا گیا۔ معراج جسم اور روح دونوں کی ہوئی۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں، یہ صرف روحانی سیر تھی، جی نہیں آپ کو جسم سمیت

لے جایا گیا۔''

''اللہ اکبر!'' سب نے ایک ساتھ کہا۔

''نبوت کے بارہویں سال یثرب سے آنے والے اور لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ ان حضرات نے آپ کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ ہجرت کر جانے کا حکم فرمایا۔ ادھر قریش نے آپ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا پروگرام ترتیب دیا۔ آپ نے لوگوں کی امانتیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کیں، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ کے بستر پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سوئے۔ کافر آپ کو تلاش کرتے رہ گئے، لیکن ناکامی کے سوا کچھ نہ ملا، آپ نے غارِ ثور میں تین راتیں گزاریں، اس کے بعد آپ نے مدینہ کی طرف سفر شروع فرمایا۔

مدینہ منورہ میں آپ کی مکہ سے مدینہ کی طرف روانگی کی خبر پھیل چکی تھی۔ وہ لوگ آپ کے استقبال کی تیاریاں کرنے لگے۔ روزانہ شہر سے باہر نکل کر دور تک دیکھتے اور دوپہر کے وقت لوٹ آتے، آخر ایک دن طویل انتظار کے بعد لوگ اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے۔ ایسے میں ایک یہودی ٹیلے پر چڑھا تو اُسے دور سے سفید کپڑوں والے کچھ لوگ آتے نظر آئے۔ وہ اگرچہ یہودی تھا، پھر بھی اس نے چلّا کر کہا:

'لوگو! وہ آ گئے جن کا تمہیں انتظار تھا۔'

اس کی آواز لوگوں کے کانوں میں کیا پڑی کہ سب لوگ دوڑ پڑے۔ ہر شخص کی دلی تمنا تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مہمان بنیں، لیکن یہ خوش نصیبی سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔''

"واقعی! یہ تو بہت بڑی
خوش قسمتی کی بات ہے۔" ایوب نے لمبا
سانس کھینچا۔

"یہاں سے آپ کی مدنی زندگی شروع
ہوئی۔ اس دور میں اسلام کو عروج ملا۔ اللہ کی طرف سے
فرائض اور احکام نازل ہوئے۔ آپ نے لوگوں کو دین کی تبلیغ
کے ساتھ ساتھ معاملات سکھائے، اخلاق اور آداب سکھائے۔ احکام پر
عمل کرنا سکھایا۔

مدینہ میں تشریف لانے کے بعد آپ نے سب سے پہلا جو کام کیا
وہ تھا مسجد بنانے کا کام......

آپ نے مسجد تعمیر کرائی، مسجد کے ساتھ کچھ مکانات بنوائے۔ یہ مکانات کچے تھے۔ ان میں آپ کی بیویوں کے لیے کمرے بنوائے گئے۔ مسجد نبوی صرف مسجد نہیں تھی بلکہ پہلی اسلامی یونیورسٹی تھی۔ یہاں اسلام کی تعلیم شروع ہوئی، یہ وہ مرکز تھا جہاں سے اسلام کی اس ننھی منی ریاست کا کام چلایا جاتا تھا۔ مسلمانوں کے کاموں کے سلسلے میں مشورہ ہوتا تھا۔

مکے سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمان بے سروسامان تھے، اپنا گھر بار کاروبار سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آئے تھے، انھیں سہارے کی بہت ضرورت تھی، چنانچہ اس کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے مکے اور مدینے کے مسلمانوں کے درمیان بھائی چارہ کرایا۔ اس کا

مطلب یہ ہے کہ مکہ سے آنے والے مسلمان کو مدینہ میں رہنے والے مسلمان کا بھائی بنا دیا۔ اس طرح سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ ایک دوسرے کی مدد کرنے والے بن گئے، دکھ درد میں ساتھ دینے والے بن گئے۔ انسانی تاریخ میں اس بھائی چارے
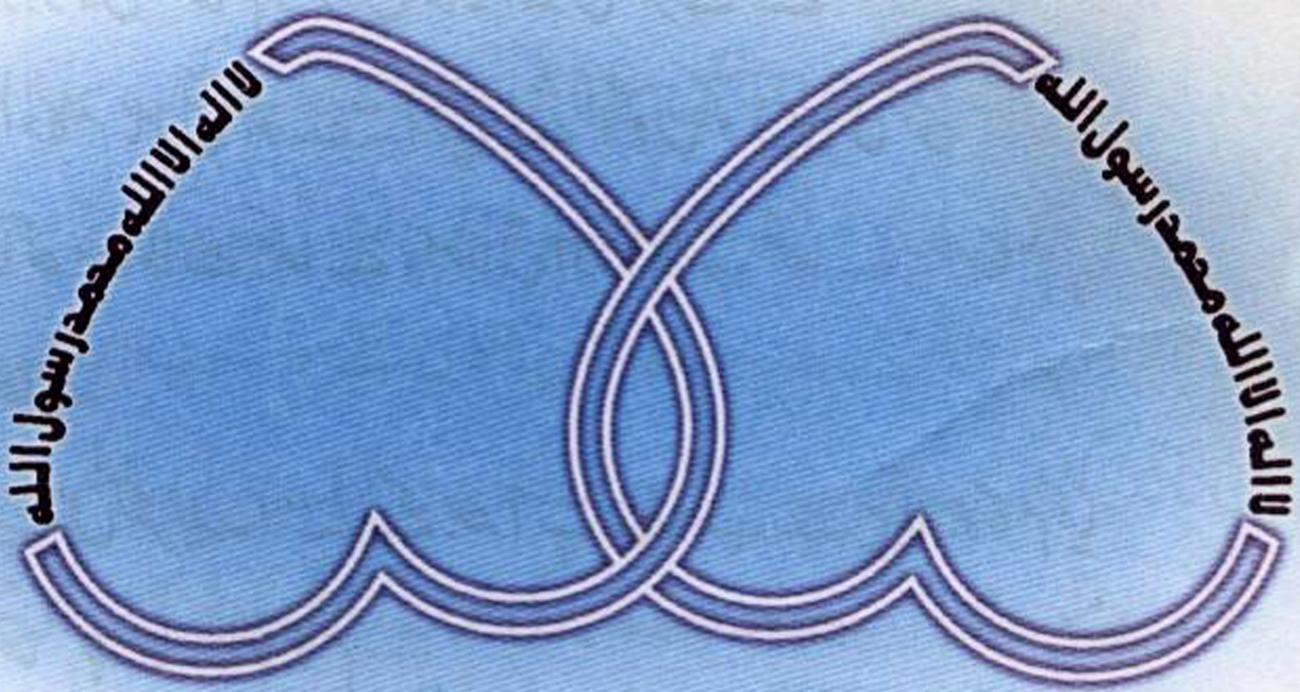
کی کہیں مثال نہیں ملتی اور یہ ہمارے رسول ﷺ کا بہت اہم قدم تھا۔ پھر آپ نے غیر مسلموں سے معاہدہ کیا۔ اس کو میثاقِ مدینہ کہتے ہیں۔ اس کا مقصد تھا کہ سب مل جل کر امن سے رہیں اور مدینہ منورہ کی حفاظت کرنا بھی سب کے ذمے ہو۔ اس طرح مدینہ ایک اسلامی ریاست بن گیا۔ مدینہ میں آنے کے کوئی سولہ ، سترہ ماہ بعد سن دو ہجری میں مسلمانوں کو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ملا۔ اس سے پہلے وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، رمضان کے روزے رکھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا

كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم
اقيموا الصلوة واتوا الزكوة
اذن للذين يقتلون بانهم ظلموا

حکم ہوا۔ عیدین کی نماز ادا کرنے اور صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔

اسی سال اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ اسی سال مسلمانوں پر جہاد فرض ہوا اور 17 رمضان 2 ہجری میں غزوۂ بدر پیش آیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو شاندار فتح ہوئی۔ قریش کا سردار ابوجہل مارا گیا، اور بھی بڑے بڑے سردار قتل ہوئے۔ ستر کے قریب کافر مارے گئے، اتنے ہی گرفتار ہوئے، جب کہ چودہ مسلمان شہید ہوئے۔

3 ہجری میں اُحد کی لڑائی لڑی گئی۔ اس جنگ میں کچھ مسلمانوں کی غلطی سے اسلامی لشکر کو نقصان اُٹھانا پڑا یہاں تک کہ نبیٔ اکرم ﷺ کی پیشانی پر زخم آیا۔ آپ کے دو دانت شہید ہوئے۔ 3 ہجری ہی میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ 5 ہجری میں غزوۂ خندق پیش آیا۔ اس میں کفار 10 ہزار کا لشکر لے کر آئے۔ نبیٔ کریم ﷺ نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے مدینے کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا، کیونکہ کافر بہت بڑی تعداد میں تھے۔ اس لشکر نے مدینہ کو گھیرے میں لے
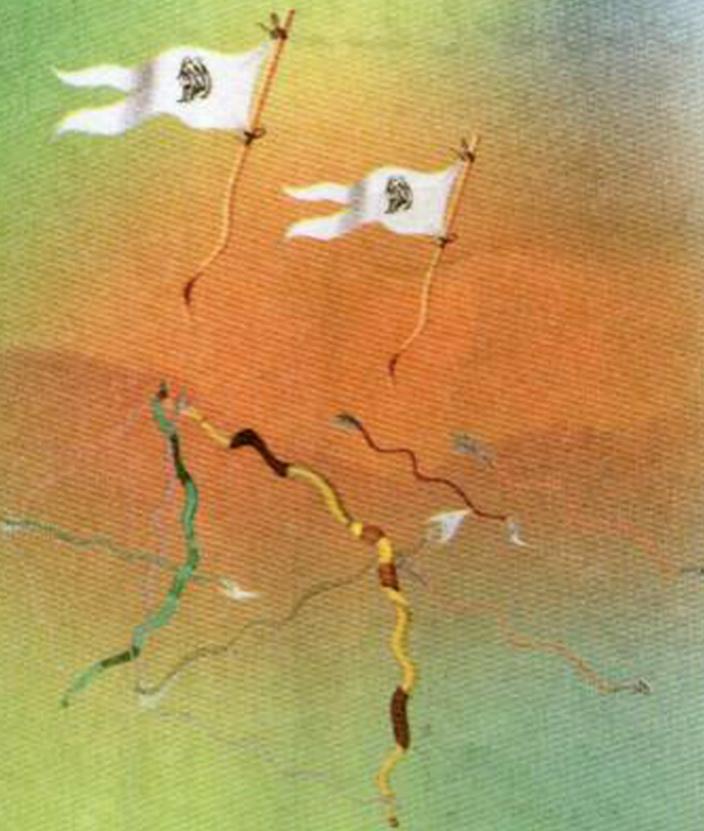
لیا، اللہ تعالیٰ نے ایک زور کا طوفان بھیجا اور کافروں کو ایک بڑی تباہی کا سامنا کرنا پڑا وہ بھاگ نکلے۔''

''خوب! مزہ آیا۔'' ایک بچی بولی۔

''6 ہجری میں اللہ کے رسول ﷺ اور مکے کے مشرکوں کے درمیان ایک صلح ہوئی۔ اس کو صلح حدیبیہ کہا جاتا ہے۔ اللہ نے قرآن میں اس صلح کو بہت بڑی کامیابی قرار دیا۔ اس صلح کے بعد سیدنا خالد بن ولید، سیدنا عمرو بن عاص اور سیدنا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم اپنی خوشی سے مدینہ منورہ آئے اور مسلمان ہو گئے۔ یہ تینوں بہت اہم شخص تھے۔ سیدنا خالد بن ولید اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما اسلام کے بہت بڑے سپہ سالار ہوئے۔ ان کے ایمان لانے پر رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

'مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہمارے حوالے کر دیا ہے۔'

محرم 7 ہجری میں خیبر کی لڑائی لڑی گئی۔ یہ یہودیوں سے جنگ تھی۔ مسلمانوں کو اللہ نے فتح عطا کی۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے ہمسایہ ملکوں کے بادشاہوں

کو خط لکھے۔ انھیں اسلام کی دعوت دی۔ روم کے عیسائی اور ایران کے آتش پرست بادشاہوں کو اسلام قبول کرنے کے لیے خط ارسال فرمائے۔

8 ہجری کا سال بہت اہم تھا۔ کافروں نے وعدہ خلافی کی۔ صلح کے معاہدے کو توڑ دیا۔ اس لیے نبیؐ کریم ﷺ دس ہزار صحابہ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی آپ راستے میں تھے کہ قریش کے سب سے بڑے سردار اور اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نبیؐ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے۔ مکہ والوں پر ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ مقابلے کے لیے آئے ہی نہیں۔ اس طرح مکہ فتح ہو گیا۔ آپ نے اپنے بدترین دشمنوں کو معاف کر دیا۔ اللہ نے آپ کو اسی لیے تو رحمۃ للعالمین فرمایا ہے، یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اسی سال غزوۂ حنین ہوا، مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ 9 ہجری میں تبوک کی مہم پیش آئی۔ اس میں بھی لڑائی کے بغیر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار کامیابی عطا فرمائی۔ 9 ہجری ہی میں حج فرض ہوا۔ اسی سال پورے عرب سے وفد بھیجے گئے۔ یہ تمام وفد مدینہ پہنچے۔ ان لوگوں نے جب اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا تو پکار اٹھے:

'اللہ کی قسم! یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہوسکتا۔'

یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ 10 ہجری میں آپ ﷺ حج کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ ایک لاکھ سے زائد مسلمان تھے۔ گویا انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر آپ کے ساتھ تھا۔ اسی حج کو حَجَّةُ الْوَدَاع کہا جاتا ہے۔ آپ نے لوگوں کے سامنے ایک اہم ترین خطبہ دیا۔ یہ خطبہ پوری کائنات کے انسانوں کے لیے تھا۔ اس میں

الیوم اکملت لکم دینکم

آپ نے حقوق اور فرائض بیان فرمائے، زندگی گزارنے کے سنہری اصول بتائے۔ اسی خطبے میں آپ ﷺ نے یہ اشارہ بھی دیا کہ ان کے دنیا میں آنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ کا اب دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ اس طرح آپ ﷺ نے گویا رسالت کے فریضے کو مکمل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اعلان فرمایا: 'آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔'

11 ہجری ماہِ صفر میں آپ کو سر میں درد محسوس ہوا۔ پھر مرض بڑھ گیا' بخار رہنے لگا۔ آپ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر آ گئے۔ 12 ربیع الاول پیر کے دن آپ نے سب کو بلا کر نصیحت کی۔ غلاموں سے اچھا سلوک کرنے اور نماز کی پابندی کرنے کا حکم فرمایا۔ آخری الفاظ آپ کی زبان مبارک سے یہ نکلے: 'اے اللہ: اے رفیقِ اعلیٰ۔' بس

اس کے بعد آپ کی روح پرواز کر گئی۔ وہ پیر کا دن، ربیع الاول کی 12 تاریخ اور ہجرت کا گیارہواں سال تھا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک تریسٹھ سال چار دن تھی۔“

ان الفاظ کے ساتھ ابرار احمد خاموش ہو گئے۔ انھوں نے دیکھا سب بچوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ خود ان کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔ پھر بولے: ”دوسرے دن آپ ﷺ کو غسل دیا گیا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفن کیا گیا، یہ بدھ کا دن تھا اور رات کا وقت تھا۔“

آپ ﷺ کی چار بیٹیاں اور تین بیٹے تھے قاسم، عبداللہ اور ابراہیم رضی اللہ عنہم...... بیٹے بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ بیٹیوں کے نام یہ ہیں: سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ اُمِ کلثوم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے ہوئی جن سے اُمامَہ اور علی رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے، سیدہ اُمِ کلثوم کی کوئی اولاد نہ تھی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اُمِ کلثوم زینب، حسن، حسین اور محسن رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ آپ کی بیویوں کے نام یہ ہیں: سیدہ خدیجہ سیدہ سودہ، سیدہ عائشہ، سیدہ حفصہ، سیدہ زینب بنت خزیمہ، سیدہ اُمِ سلمہ، سیدہ زینب بنت جحش، سیدہ جویریہ، سیدہ اُمِ حبیبہ، سیدہ میمونہ اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہن۔ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا آپ کی لونڈی ہیں جن کے بطن سے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

آپ ﷺ شکل صورت، چال ڈھال، غرض ہر لحاظ سے سب سے زیادہ حسین تھے۔ چلنے اور بولنے کا انداز حد درجے دل کش تھا۔ کائنات میں آپ جیسا دوسرا کوئی

انسان پیدا نہیں ہوا، آپ کائنات کے آخری رسول ہیں، آپ کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا۔ البتہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ضرور آسمان سے نازل ہوں گے اس لیے کہ انھیں آسمان پر زندہ اُٹھایا گیا تھا۔ انھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبوت مل چکی ہے۔ لہٰذا اب وہ آپ کے امتی کی حیثیت سے آئیں گے، کیونکہ قیامت تک اب صرف آپ کی نبوت چلے گی، اس لیے تمام سابقہ مذاہب اللہ تعالیٰ نے منسوخ کر دیے ہیں۔ اب جب تک یہودی، عیسائی، ہندو وغیرہ اپنا اپنا مذہب چھوڑ کر مسلمان نہیں ہو جاتے، آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لے آتے، ان کی نجات ممکن نہیں۔ (ان سب کو جہنم میں جلنا پڑے گا......) لہٰذا یہ کہنا بدترین غلطی ہے کہ تمام مذاہب ایک جیسے یا برابر ہیں اور آپ کے اس دوست نما دشمن کی بات بالکل غلط ہے۔

آیئے! سب مل کر پوری انسانیت کے ہادی و رہنما نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں کہ اللہ کے فرشتے بھی آپ پر درود بھیجتے ہیں۔''

سورج کا کام روشنی بانٹنا ہے

اگر کوئی خود روشنی سے محروم رہنا چاہے

اپنے لیے اندھیروں کو پسند کرے، گمراہی کو چُن لے

تو ایسے شخص کی ناکامی اور نامرادی میں کوئی شک نہیں رہتا

ہادیٔ مہربان رسول اللہ ﷺ

پوری انسانیت کے لیے روشنی اور ہدایت کا مرکز ہیں

جن لوگوں نے اس روشنی کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا

وہ فلاح پا گئے

آج، گمراہی کا دور دورہ ہے

ابلاغ کے جدید ذرائع، ذہنوں کو اس روشنی اور

ہدایت سے دور لے جا رہے ہیں

ضرورت اس امر کی ہے کہ ذہنوں کو الیکٹرانک میڈیا

کے اس سحر سے آزاد کروایا جائے

''دارالسلام'' کی یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے